بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۲ ربیع الاول:

غم یا خوشی؟
اور
اسلام میں
عیدوں کی تعداد

ابوقتادہ

مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ

پوسٹ بکس نمبر 172، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔ پاکستان

0321-5003499, 0092-51-4410589

www.ahlulhadeeth.net

www.sirat-e-mustaqeem.com

۱۲ ربیع الاول : غم یا خوشی؟

سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی مستند کتابوں کا مطالعہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی تاریخ میں محققین کے مابین اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۹ ربیع الاول اور بعض کے نزدیک ۱۰ یا ۱۲ ربیع الاول ہے۔ جبکہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ سوموار کے دن ہوئی اور تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۹ ربیع الاول کو سوموار کا دن تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ ۹ ربیع الاول بروز سوموار (۱ ھ عام الفیل) بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ (دیکھیے سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی سب سے مستند کتاب "رحمۃ للعالمین" از سید سلیمان سلمان منصور پوریؒ)، جبکہ آپ ﷺ کی وفات متفقہ طور پر بروز سوموار ۱۱ ہجری کو ہوئی۔ (دیکھیے سیرت رسول ﷺ پر عالمی شہرت یافتہ کتاب 'الرحیق المختوم')

قیام پاکستان سے قبل اور بعد بھی کئی سالوں تک لوگ اس دن کو "بارہ وفات" کے نام سے ہی جانتے تھے۔ آج بھی پرانے بزرگ اس دن کو بارہ وفات ہی کہتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ اس دن کو بلا دلیل بطور خوشی کے مناتا آرہا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نام میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی رہیں۔ یوم ولادت سے یوم میلاد ہوا، پھر جشن میلاد اور آخر کار اسے عید میلاد النبی قرار دے دیا گیا۔ پھر سرکاری سرپرستی میں باقاعدہ تیسری عید کے طور پر منایا جانے لگا اور ملک میں عام تعطیل کا اعلان ہوا۔ جبکہ یہ دن وفات النبی ﷺ کا دن ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ رحمۃ للعالمین کے یوم وفات پر ہمارے ملک میں جشن منایا جاتا ہے اور اس جشن پر "ہزاروں عیدوں" کو قربان کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ یہ کیسا "عشق رسول" ہے؟؟ سوال یہ ہے کہ پھر اس دن کیا کیا جائے؟ خوشی منائی جائے یا غم؟

اگر ہر سال غم منانا جائز ہوتا تو ہم ۱۲ ربیع الاول کو غم کا دن مناتے کیونکہ اس دن امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اجمعین کا سہاگ لٹا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یتیم ہوئیں، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے نانا بچھڑ گئے اور ان کو کندھوں پر اٹھانے والا نہ رہا۔ آپ ﷺ اس دن تکلیف میں ہیں اور فرماتے ہیں: ﴿لا الٰہ الا اللہ ان للموت سکرات﴾ "اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور موت کی سختیاں ہیں" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بابا کی تکلیف دیکھ کر کہتی ہیں ﴿واکرب أبتاہ﴾ "بابا آپ کی تکلیف"۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ﴿لیس علی ابیک کرب بعد الیوم﴾ [بخاری].. "(اے میری بیٹی) آج کے بعد تیرے بابا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی وفات کا یقین ہوگیا تو غم کی وجہ سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

زمین پر گر گئے اور قدموں نے ان کے جسم کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ چونکہ اسلام میں تین دن سے زیادہ غم منانا حرام ہے (سوائے بیوہ کے کہ وہ عدت مکمل ہونے تک گھر میں رہے گی)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ علیہم وتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اس دن کو ہر سال غم کے طور پر نہ مناتے تھے اس لئے ہم بھی غم نہیں مناتے۔ اسی طرح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؒ اس دن کو ولادت نبوی (عید میلاد) کے طور پر نہ مناتے تھے لہٰذا اس موقع پر خوشیاں منانا، ڈھول بجا کر بھنگڑے ڈالنا، گھوڑے نچانا، نئے لباس زیب تن کرنا، جلوس نکالنا اور اس دن کو عید بنالینا بعید از عقل و اسلام ہے۔ پس اس دن وہی طرزِ عمل اختیار کیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے اور جو سلف صالحین کی روش رہی ہے کہ انہوں نے اس دن کو نہ غم اور نہ ہی خوشی کے طور پر منایا۔ اس کا برعکس بدعت میں شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اعمال کرنے کی توفیق دے جو سنت سے ثابت ہیں۔ آمین یارب العالمین

دو سے زیادہ عیدوں کا تصور

بعض ''مذہبی رہنما'' جو میڈیا اور سرکاری سرپرستی میں شہرت پاکر ''اسکالر'' کہلاتے ہیں اور بظاہر ''قرآن کے راستہ'' کی طرف بلانے کا دعویٰ کرتے ہیں، قرآنی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے اور تحریف سے کام لیتے ہوئے خودساختہ ''عید میلاد'' کا وجود ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ جمعہ کے دن کو بھی عید کہا گیا ہے لہٰذا اسلام میں صرف دو عیدوں کا تصور غلط ہے۔ کاش یہ لوگ دیانتداری سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں تو کبھی ایسی بات نہ کہیں۔ ان کے اس دعویٰ کی تردید کی لئے یہ حدیث پیش ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگوں کے لئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے (خوشی مناتے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہم ان دنوں میں زمانہ جاہلیت سے کھیلتے چلے آرہے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن تبدیل کر دیئے ہیں، ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرا عید الفطر کا دن ہے۔ [ابوداؤد، مشکوٰۃ]۔

جہاں تک جمعہ کو عید کہنے کا تعلق ہے تو یہ نام نہاد ''اسکالر'' کیوں بھول گئے کہ عید کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے حتیٰ کہ عید الاضحیٰ کے بعد اگلے تین دن 11-12-13 ذوالحجہ (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھنا منع ہے کہ یہ قربانی کرنے اور تکبیرات پڑھنے کے دن ہیں۔ جبکہ جمعہ کے دن کا روزہ اگر نفلی روزوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی ترتیب میں آجائے تو رکھا جاتا ہے۔ مثلاً چاند کی 15-14-13 تاریخ کو روزہ رکھنے کی رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دلائی ہے انہیں ایام بیض کے روزے کہتے ہیں۔ اگر ان تاریخوں میں جمعہ کا دن آجائے تو روزہ رکھا جائے گا اس کے برعکس عید الاضحیٰ کے دنوں (ایام تشریق) میں 13 تاریخ کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔ نیز اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن آجائیں تو عید کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی رخصت ہے مگر پڑھ لے تو افضل ہے۔ (ابو داؤد)..

معلوم ہوا کہ جمعہ کوئی تیسری عید نہیں جو سال میں ایک مرتبہ آئے۔ بلکہ اسے باعتبار فضیلت عید کہا گیا ہے جو سال میں تقریباً پچاس مرتبہ آتی ہے۔ نیز عید اور جمعہ کے احکام بھی مختلف ہیں۔ عید کی نماز پہلے پڑھی جاتی ہے خطبہ بعد میں ہوتا ہے جبکہ جمعہ کے دن پہلے خطبہ ہوتا ہے نماز بعد میں پڑھی جاتی ہے۔ عید کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہوتی جبکہ جمعہ کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ہوتی ہے۔ عید گاہ میں خطبہ بغیر منبر کے ہوتا ہے جبکہ جمعہ کا خطبہ منبر پر پڑھا جاتا ہے۔ عید گاہ میں نماز کے پہلے یا بعد کوئی نوافل نہیں پڑھے جاتے جبکہ جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد پڑھے جاتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی کئی احکام ہیں جن میں عید اور جمعہ مختلف ہیں مثلاً عید کی نماز کی تکبیرات زیادہ ہیں وغیرہ۔ پس جمعہ کو عید کہنا باعتبار فضیلت ہے۔

اب بتایئے اگر 12 ربیع الاول جمعہ کے دن آجائے تو کیا جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت ہے؟ کیا اس دن کی کوئی عبادت سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے؟ پھر یہ دن عید کا دن کیسے ہوا؟؟

اگر اب بھی ان کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ خود ہی فرمادیں کہ جمعہ کو تو رسول اللہ ﷺ نے (باعتبار فضیلت) عید کا دن قرار دیا ہے (ابو داؤد).. 12 ربیع الاول کو کس نے عید کا دن مقرر کیا؟ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، آئمۃ المسلمین، محدثین، علماء سلف صالحین رحمہم اللہ سب اس سے نا آشنا تھے، کسی نے یہ دن بطور عید نہ منایا۔ صدیوں تک مسلمانوں کو اس مروجہ "عید" کی خبر نہ ہوئی۔ اچانک 500 سال بعد کس پر "وحی" نازل ہوئی کہ اس دن کو عید مقرر کر لیا گیا؟ نیز یہ بھی بتلادیں کہ یہ "وحی" کس کی طرف سے آئی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو وحی کا نزول بند ہوگیا، پھر یہ کام کس "استاذ" کا ہے؟

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

"دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔"